The Scientific and Technical Indications in Poetry of Iqbal

کلام اقبال میں سائنسی و تکنیکی اشارے

Dr. Mehreen Jahangeer *[1]
Lecturer, Department Of Urdu, Government Sadiq College Women University, Bahawalpur
Dr.Asma Rani*[2]
Associate Professor, Department of Urdu ,Government Sadiq College Women University, Bahawalpur.

ڈاکٹر مہرین جہانگیر☆[1]
لیکچرار، شعبہ اُردو، گورنمنٹ صادق کالج وومن یونیورسٹی، بہاول پور
ڈاکٹر عاصمہ رانی☆[2]
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ صادق کالج وومن یونیورسٹی، بہاول پور

Correspondance: aasma.rani@gscwu.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 15-04-2025
Accepted:12-06-2025
Online:30-06-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Peculiarity is born from the combination of wisdom, search, and inquiry. A world awaits for new discovery. The universe is composed of deep mysteries and secrets. Allah has commanded man to think, understand, and reflect. The quest for the trace of the beloved has opened countless doors for humanity to explore and discovers the universe in depth. When man endeavored to benefit from them, the foundation of progress and inventions laid on Earth. Indeed, humanity has accomplished numerous remarkable attainments. Among these, science, knowledge, and dialectic are fields that have made it easier to understand the universe of human existence. By adhering to these, man has not only sought out answers to countless questions but also attempt to understand the mysteries and secrets of nearly everything, from the particles of the Earth to the limits of the heavens. This was the time that gave birth to gems in the world that accomplished countless tasks. One of these names is Dr.Allama Muhammad Iqbal. Iqbal's poetry presents a canvas of many unique themes, one of which is science. This paper is an attempt to

understand the scientific and technological references in Iqbal's poetry. Additionally, an effort will be made to discern Iqbal's scientific views and deep understanding regarding what the human endeavor should be on the path of progress. Does man truly comprehend the significance of this universe? It is hoped that this paper will prove beneficial in understanding Iqbal's Concepts."

KEYWORDS:Endeavor, attainment, Dialectic, canvas, Unique, Universe, Mystries, Think, Explore, Science

مرد حق بندہ آفاقی درویش صفت قلندر دین حضرت اقبال کا نام کسی تعارف و توصیف کا محتاج نہیں ہے۔ ان کی شاعری اور فہم و فراست پر مبنی ہر مغزو معنی خیز خطبات نے مسلم امہ کو تغیر و تبدل پر آمادہ کیا۔ کلام اقبال میں موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔ ان موضوعات کی بنیاد عقل و فہم اور منطق پر ہے۔ ان میں تصور انسان، عقل و عشق حرکت و عمل، حیات و ممات اور کائناتی عناصر اور قدرتی عوامل سب شامل ہیں۔ غرض اقبال کے ہاں زمین کے زروں سے آسمان کے ان گنت ستاروں تک موضوعات کا ایک کینوس ملتا ہے۔

انہی موضوعات میں سے ایک سائنس ہے۔ اگرچہ سائنس کی بنیاد مشاہدات، سوالات، تجربات اور منطقی نتائج پر مبنی ہے تو وہیں تحیر و حیرت سے ان کے اصل کی کھوج کو شعوری کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے کا مقصد کلام اقبال میں سائنس و ٹیکنالوجی کے اشارات و امثال کو سمجھنے میں مدد و معاون ثابت ہو گا۔

اقبال نے جب اپنی شاعری کا آغاز کیا تو اس عہد میں چاروں اطراف کے شعراء رجحانات اپنے موضوعات کے حوالے سے مختلف تھے کچھ افراد کا ذہن عشق اور واردات عشق کے لوازمات گیھوئے یار اور پیکر تراشی تک محدود تھا۔ ابتداء میں انہوں نے اسی طرز پر شاعری کی پھر داغ دہلوی سے کسب فیض کے بعد اس عہد میں رائج روش سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ان کا ذہن اور ان کا دل مقصد حیات پر غور و فکر کرنے کا امین تھا۔ شاید اسی باعث انہوں نے اپنی شاعری میں انسان کی زندگی کے مقاصد اس کو درپیش مسائل کا حل اس کے نفس کے اندر کی تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اپنے کلام میں خودی، خود بینی سے راز کائنات اور حیات و ممات پر سوال اٹھاتے اسی باعث ان کی شاعری، سوچ و فکر و احساس اور ان کے باعث اچھوتے خیالات پر مبنی ہے۔ ان کے نزدیک انسان کے اندر زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہو کر سوچنے کی خواہش ہی در حقیقت اس کی فکر نہیں سکون و راحت کی وجہ بن سکتی ہے۔

ے
خودی کیا ہے راز داروں حیات
خودی کیا ہے بے داری کائنات
ازل اس کے پیچھے ابد سامنے
نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے (۱)

اقبال کی شاعری میں استعاراتی معنوں میں صبح و شام زندگی ستاروں کی گردش، کہکشاں کی جنبش، زمین و آسمان کے تقابلی جائزے کو سائنسی بنیادوں پر رکھ کر منطق کے پیرائے میں جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ جس بلندی کی بات کرتے ہیں وہ رب تعالیٰ کی ذات تک رسائی کا نام ہے۔ ان کے نزدیک انسان کا اندر بہت مضبوط ہے۔ اسے سائنسی نظریات کو دلائل و پیراہین کی روشنی میں جانچنے کی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں تشبیہات و استعارات بھی معنویت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے ہر تصور اتنی وسعت کا حامل ہے کہ قدرتی عوامل ہوں یا مادی اشیاء انسان سوچنے اور عمل کرنے پر خود مجبور ہو جاتا ہے کیونکہ اقبال کے نزدیک اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں۔ اگر کلام اقبال کی روشنی میں صبح کو استعاراتی معنوں میں بیان کیا جائے تو وہ سائنس کے مطابق اس کی اہمیت پر سوال اُٹھاتے ہیں کہ یہ کیسے نمود ہوتی ہے۔ سائنس سوالات اُٹھاتی ہے اور دلیل دیتے رہتے ہیں۔ اس نظریے ہی کی نفی کر دیتی ہے اور یوں دوسرا نظریہ جنم لیتا ہے۔ جبکہ اقبال سوالات کے جوابات بہت سوچ بچار کے بعد انسان کے اندر تلاش کرتے ہیں۔ مثال دیکھیے:

ے
یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذاں سے پیدا

سائنس کے مطابق ستارے جو اپنی چمک رکھتے ہیں اس کی کئی وجہ ہیں یہ قدرتی طور پر موجود ہیں ان کی کئی اقسام ہیں لیکن اقبال کے ہاں ان جھرمٹوں میں سے ہی اُٹھاتے ہیں کہ روشنی کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔ رب نے یہ کیوں تانی کیا وجہ تھی کہ اس کے تحت آسمان کو یوں سجایا۔ انسان کو چاہیے کہ فطرت کے حسین تحفے کی قدر کرے جو اسے بلندی کا سبق دے رہا ہے۔

ے
تو معنیِ و النجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مدو جزر بھی چاند کا محتاج (۳)

ے
ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریا
ہے سرا سزا پردہ جاں نکتہ معراج (۴)

دنیاوی نباتات میں ریت وہ قدرتی شے ہے۔ جس کی بنیاد سائنس ہزاروں سال کے اختلاط کو سمجھتی ہیں۔ ریت کے ادنہ سے ذرے کہ جن پر انسان روز چلتا ہے۔ سائنس ان ذرات کو قدرتی طور پر خود بخود پیدا ہونے کہ نظریے پر ہی اکتفا کرتی ہے جبکہ اقبال ان کے ذریعے غور و فکر کی تلقین کرتے ہیں اور ان کی چمک کو سکون سے تعبیر کرتے ہیں۔

نے ریت کے زروں پہ چمکنے میں راحت
نے مثل صبا طوف گل و لالہ میں آرام (۵)

روشنی سائنس کے نزدیک مادے کی وہ حالت ہے جو ہر شے کو منور کرتی ہے اقبال اسی کے تحت رنگوں سے تشبیہات اور خوبصورت استعارات یوں بیان کرتے ہیں کہ اس کی تیزی شدت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔

اک شوخ کرن شوخ مثال نگہ حور
آرام سے فارغ صفت جوہر سیماب!
بولی کہ مجھے رخصت تنویر عطا ہو
جب تک نہ ہو مشرق کا ہر اک ذرہ جہاں تاب (6)

آبشار پہاڑی سلسلوں میں بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ سائنس کے نزدیک جب پہاڑ سورج کی روشنی کی شدت سے پگھلتے ہیں تو ان سے آبشار پھوٹتے ہیں جبکہ اقبال کے بقول یہ سبک رفتاری سے آگے بڑھنے کی علامت ہیں وہ نوجوان کو ان پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

یہ آبجو کی روانی، یہ ہمکناری خاک
مری نگاہ میں ناخوب ہے یہ نظارہ
ادھر نہ دیکھ، اُدھر دیکھ اے جوان عزیز
بلند زور دروں سے ہوا ہے فوارہ! (7)

سائنس کے نزدیک سورج ایک جلتا ہوا وہ مادہ ہے جو اپنی شدت اور گرمائش سے کچھ بھی پگھلا سکتا ہے اور تمام سیارے اس کے گرد گردش کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے ہی اپنی دیگر چیزیں لیتے ہیں مگر اقبال سورج کی اس تپش اور روشنی کو پیغام امید سے عبادت کرتے ہیں۔

سورج نے دیا اپنی شعاعوں کو یہ پیغام
دنیا ہے عجب چیز کبھی صبح کبھی شام
پھر میرے تجلی کدہ دل میں سما جاؤ
چھوڑو چمنستاں و بیابان و درو بام (۸)

سائنس کے نزدیک پہاڑ قدرتی طور پر موجود تھے صدیاں گزریں زمانے بیت گئے مگر ان میں تبدیلیاں نہیں آئیں۔ اقبال نے اپنی نظم "ہمالہ" کے ذریعے پہاڑوں کا خوبصورت امتزاج قرار دے کر ان کے اندر کشش و جاذبیت کو بیان کیا۔ اقبال نے ان پہاڑی سلسلوں کی بلندی کے بہت عمدہ الفاظ کے ذریعے بیان کر کے ہندوستان کی تاریخ رقم کرنے کی کوشش کی ہے۔

ے اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستان
چومتا ہے تیری پیشانی جھک کر آسماں (۹)

حیات زندگی ہے جبکہ سائنس کے نزدیک تصور حیات ابن آدم کی بنیاد کو جانور سے ڈھونڈنے پر ہی اکتفا کرتا ہے جبکہ اقبا

ے کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا
نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسہائے پنہائی
یہی فرزند آدم ہے کہ جس کے اشک خونیں سے
کیا ہے حضرت یزداں نے دریاؤں کو طوفانی! (۱۰)

سائنس موت کو ہر شے کے خاتمے سے تشبیہ دیتی ہے جبکہ اقبال کے ہاں تصور موت اس آزادی کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جو اس جہاں سے ہٹ کر دوسرے جہاں کی طرف سفر ہے ان کے زندگی حرکات و سکنات اور عمل کی ترغیب جبکہ موت خاتمہ نہیں بلکہ اپنی حقیقت سے ملنے کی سعی ہے۔

ے موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام
ہے یہ صبح زندگی شام دوام زندگی (۱۱)

اقبال جدید سائنسی ترقی کو محض مادی ترقی نہیں سمجھتے بلکہ وہ اسے مسلمانوں کے لیے ایک ذریعۂ بیداری اور خودی کے اظہار کے طور پر دیکھتے ہیں۔اقبال نے عقل اور عشق کا موازنہ کیا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں عقل کا کردار نمایاں ہے، مگر اقبال یہ بھی بتاتے ہیں کہ صرف عقل کافی نہیں بلکہ عشق جذبہ اور روحانی بصیرت کے لیے ضروری ہے۔اقبال کے نزدیک جدید اور قدیم تعلیم کے درمیان فرق کی

بجائے، فطرت کے قوانین کو سمجھنے اور انہیں تسخیر کرنے پر عصر حاضر کے انسان کی توجہ مرکوز ہونی چاہیے۔ اقبال مسلمانوں کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جانے پر متنبہ کر رہے ہیں اور انہیں محض دنیاوی فائدوں سے اوپر اٹھ کر بلند خیالی اور عملی جدوجہد کی دعوت دے رہے ہیں۔

اقبال سائنس کو محض مادی ترقی کا ذریعہ نہیں سمجھتے، بلکہ وہ اسے ایک ایسی قوت کے طور پر دیکھتے ہیں جو خودی کی تکمیل اور تسخیرِ فطرت کے لیے ضروری ہے۔اقبال کائنات کی تسخیر کو انسان کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں۔وہ سائنس ، عقل اور عشقروحانی بصیرت کے امتزاج پر زور دیتے ہیں۔ سائنس اکیلے ادھوری ہے جب تک عشق کی رہنمائی اسے نہ ملے۔اقبال مغربی سائنس اور اس کی تہذیبی سمت پر تنقید بھی کرتے ہیں۔ مغرب کی سائنسی ترقی کو محض مادی ترقی کے طور پر دیکھتے ہیں، جو استحصالی نظام کا حصہ بن چکی ہے۔ جدید سائنسی ترقی کے لیے ایک تحریک ہے، جس میں اقبال کہتے ہیں کہ انسان کو دریافت اور تسخیرِ کائنات کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔یہ شعر سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں بدلتی ہوئی دنیا کی عکاسی کرتا ہے، جہاں نئی ایجادات اور نظریات نے روایتی طرزِ زندگی کو بدل دیا ہے۔ اس مجموعے کو اقبال نے خود "مسلمانوں کے لیے اعلانِ جنگ "قرار دیا تھا، جس میں انہوں نے مغربی تہذیب، مادی سائنس، اور مسلمانوں کی علمی و فکری پسماندگی پر گہری تنقید کی ہے۔اقبال سائنس کی اہمیت تسلیم کرتے ہیں، مگر محض مادی ترقی کو ناکافی سمجھتے ہیں۔اقبال کے نزدیک صرف عقل یعنی سائنس اور ٹیکنالوجی (کے ذریعے ترقی ممکن نہیں، بلکہ عشق) جذبہ، ایمان، روحانی بصیرت بھی ضروری ہے۔

کلام اقبال میں تمام قدرتی، کائناتی، حیاتیاتی اور دیگر امور فطرت پر غور و فکر کی یہ ترغیب در حقیقت حضرت انسان کو سائنس کی منطق پر سوال اُٹھانے اور ان جوابات کو بہترین انداز سے ڈھونڈنے کی ترغیب کے طور پر بیان کی گئی ہے۔اقبال کے ہاں زمین کے ذروں سے لے کر آسمان کے ستاروں تک موضوعات کا یہ عالم ہے نوک قلم تھک جاتی ہے اور قلمدان کی سیاہی ختم ہو جائے مگر دلائل و براہین کی ہماہمی چلتی رہتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ علامہ اقبال ، ڈاکٹر، بال جبریل (کاشر منظوم ترجم)ہ ترجمہ نگار: سید غلام قادر اندرابی، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۲ء، ص ۱۵۴

۲۔ علامہ اقبال، ڈاکٹر، ضرب کلیم، ارمغان حجاز: :لاہور رابعہ بک ہاؤس، ، س۔ن، ص ۱۴

۳۔ ایضاً، ص ۱۶

۴۔ ایضاً، ص ۱۷

۵۔ ایضاً، ص ۹۲

۶۔ ایضاً، ص ۹۳

۷۔ ایضاً، ص ۱۰۸

۸۔ ایضاً، ص ۹۲

۹۔ علامہ اقبال، ڈاکٹر، بانگ درا، ہمالہ،: لاہور رابعہ بُک ہاؤس، س۔ن، ص ۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۹۲

۱۱۔ ایضاً، ص (مسٹر شاہ دین مرحوم "حصہ سوم، ۱۹۰۸ء")، بانگ درا

References:

1. Iqbal, Dr. Muhammad. *Bal-e-Jibril* (Translated into verse by Syed Ghulam Qadir Andrabi). Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1982, p. 154.
2. Iqbal, Dr. Muhammad. *Zarb-e-Kalim* and *Armaghan-e-Hijaz*. Lahore: Rabia Book House, n.d., p. 14.
3. Ibid., p. 16.
4. Ibid., p. 17.
5. Ibid., p. 92.
6. Ibid., p. 93.
7. Ibid., p. 108.
8. Ibid., p. 92.
9. Iqbal, Dr. Muhammad. *Bang-e-Dra* (Poem: "Himalaya"). Lahore: Rabia Book House, n.d., p. 1.
10. Ibid., p. 192.
11. Ibid., (Poem: "Mr. Shah Din Marhoom", Part III, 1908).
12.

Bibliography:

Iqbal, Muhammad. *Bal-e-Jibril*. Translated into verse by Syed Ghulam Qadir Andrabi. Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1982.

Iqbal, Muhammad. *Bang-e-Dra*. Lahore: Rabia Book House, n.d.

Iqbal, Muhammad. *Zarb-e-Kalim* and *Armaghan-e-Hijaz*. Lahore: Rabia Book House, n.d.